دیوانگی کے بیچ فرزانگی

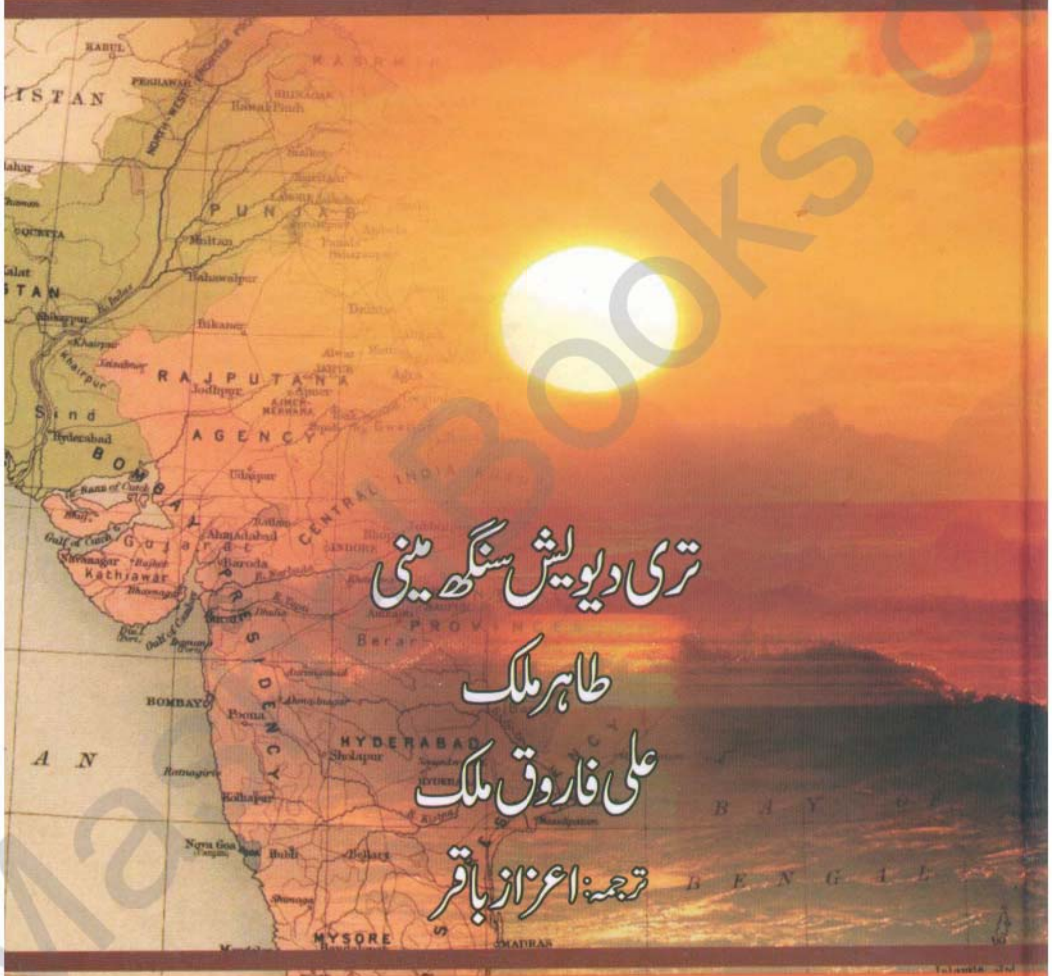

تری دیویش سنگھ مینی
طاہر ملک
علی فاروق ملک

ترجمہ: اعزاز باقر

مشعل

دیوانگی کے بیچ فرزانگی

تری دیویش سنگھ مینی

طاہر ملک

علی فاروق ملک

ترجمہ: اعزاز باقر

مشعل بکس

آر-بی 5، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس

عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور۔ 54600، پاکستان

MashalBooks.org

دیوانگی کے بیچ فرزانگی

تری دیویش سنگھ مینی
طاہر ملک
علی فاروق ملک
ترجمہ: اعزاز باقر

کاپی رائٹ اردو © 2013 مشعل بکس

کاپی رائٹ © 2009 تری دیویش سنگھ مینی، طاہر جاوید ملک، اور علی فاروق ملک

ناشر: مشعل بکس
آر-بی-5، سیکنڈ فلور،
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن،
لاہور-54600، پاکستان

فون و فیکس: 042-35866859
Email: mashbks@brain.net.pk
http://www.mashalbooks.org

پرنٹرز: بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور
قیمت: -/360 روپے

MashalBooks.org

1947ء کے جنوبی ایشیائی خونی فسادات کی لپیٹ میں آنے والوں اور ''انسانیت کے اُن سپاہیوں'' کے نام جنہوں نے دوسرے انسانوں کی زندگی بچانے کے لئے بار بار اپنی زندگیوں کو خطرے میں ڈالا۔

MashalBooks.org

اظہارِ تشکر

اگرچہ اس کتاب کی تکمیل میں ہمیں بہت سے لوگوں کا تعاون حاصل رہا، مگر درج ذیل افراد خصوصی شکریے کے مستحق ہیں جنہوں نے وقتاً فوقتاً ہماری رہنمائی کرنے کے ساتھ ہی ہمیں اہم معلومات اور نکات بھی فراہم کئے۔ جناب احمد سلیم، جناب اسیش نندی، پروفیسر اکبر ایس احمد، جناب اویس شیخ، مسز اندرا کتھپا کیا، جناب بلوندر جیت سنگھ وڑائچ، جناب ندیم مرزا، ڈاکٹر ستوکھ سنگھ، پروفیسر طاہر کامران، ڈاکٹر گرپریت مائینی اور جناب گرپریتش ایس مائینی

MashalBooks.org

مندرجات

پیشِ لفظ 6

تعارف 9

انڈیا کے تجربات 57

پاکستان کے تجربات 107

چند تفکرات 145

مستقبل کی طرف نگاہ 159

MashalBooks.org

پیش لفظ

یہ کتاب عالمی سطح پر مطالع کے لئے بہت اہمیت رکھتی ہے: جنوبی ایشیاء کے باشندوں کے لئے ضروری ہے کہ اگر وہ تاریخی حقائق سمجھنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ کتاب کے مدیر، انڈیا سے تعلق رکھنے والے تریدویش سنگھ اور پاکستانی صحافیوں طاہر ملک اور علی فاروق ملک نے 1947ء کے ان تاریخی واقعات پر توجہ مرکوز کی ہے جن کے نتیجے میں برصغیر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ہندوستان کی تقسیم نے ہمیں انسانیت کے بعض بدترین پہلوؤں سے آشنا کیا۔ تاہم ان تاریک دنوں میں بھی انسانی ہمدردی کا جذبہ ماند نہیں پڑ سکا۔ بہت سے لوگوں نے ثقافتی اور مذہبی تفریقوں کو بالانے طاق رکھتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور بھائی چارے کا مظاہرہ کیا۔ اس کتاب میں جو واقعات شامل کئے گئے ہیں ان میں ہمیں نفرت اور تشدد کی خصلت پر انسان دوستی کا جذبہ غالب دکھائی دیتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بدترین مایوسی اور وحشت کے لمحات میں بھی انسانوں کو ابھی تک رہنمائی، محبت اور ہمدردی کی ضرورت ہے۔ یہ ایک قیمتی سبق ہے۔

اس کے علاوہ اس کتاب کو لکھنے کا ایک اور مساوی طور پر اہم سبب یا مقصد یہ بھی ہے کہ جنوبی ایشیا کے عظیم عقائد کو ہمدردی اور نیک نیتی کے واقعات کی بنیاد پر دوبارہ ایک دوسرے کے قریب لایا جائے۔ یہ نکتہ ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ جنوبی ایشیاء دنیا کے تمام عظیم عقائد کا گڑھ ہے اور یہ کہ ہندو مت، بدھ مت اور سکھ مذہب کی طرح بعض اہم عقائد نے اسی سرزمین پر جنم لیا۔ لہٰذا جنوبی ایشیاء کی ثقافتی اور مذہبی مرکز کے طور پر عالمی اہمیت کو اس حقیقت کی بناء پر تسلیم کئے بغیر نہیں رہا جاسکتا۔

MashalBooks.org

جنوبی ایشیاء میں ایک ارب 40 کروڑ باشندے آباد ہیں۔ یہ چار ممالک یعنی افغانستان، انڈیا، پاکستان، اور بنگلہ دیش پر مشتمل خطہ ہے۔ اس علاقے کی تاریخ عظیم موریہ اور مغل سلطنتوں کی تاریخ ہے: اس خطے میں تاج محل کی طرح تعمیر کے عظیم الشان نمونے موجود ہیں۔ اشوک، اکبر، اور اس کے علاوہ محمد علی جناح، ایم۔ کے۔ گاندھی، اور جواہر لعل نہرو جیسے عظیم حکمرانوں ورہنماؤں نے بھی یہیں جنم لیا۔ علامہ اقبال اور مولانا آزاد جیسے عظیم علماء اور شاعروں نے بھی اپنے تخیل اور تصورات سے کئی نسلوں کے اندر ایک نئی روح بیدار کی۔ نوبل انعام یافتہ رابندرناتھ ٹیگور نے جنوبی ایشیا کو دنیا میں نمایاں نقام دلوانے میں اہم کردار ادا کیا۔

اس کے باوجود 1947ء میں ہندوستان کی دو ریاستوں، یعنی بھارت اور پاکستان کی شکل میں تقسیم نے تکالیف اور انتشار کی نئی داستانوں کو جنم دیا۔ تقریباً 20 لاکھ کے قریب لوگوں کو ذبح کر دیا گیا اور کوئی ڈیڑھ کروڑ کے لگ بھگ افراد کے گھر اجاڑ کر اُنہیں نقل مکانی پر مجبور کر دیا گیا۔ جنوبی ایشیاء کی اہم اور قابل تکریم شخصیات گاندھی، نہرو اور جناح اس صورتحال سے صدمے اور دہشت کا شکار ہو کر رہ گئے۔ اگرچہ ان سب نے سکون اور حواس کا مظاہرہ کرنے کی التجائیں کیں مگر سب التجائیں رائیگاں چلی گئیں۔ ان میں سے کسی رہنما نے بھی کبھی نہیں سوچا تھا کہ انڈیا اور پاکستان کی تاریخ ایسی شکل اختیار کرلے گی جیسی شکل کہ وہ اختیار کر چکی ہے: تین جنگیں، بے معنی قسم کے تصادم اور اس کے علاوہ فوج پر اربوں ڈالر کا خرچ جبکہ کروڑوں لوگ غربت کی چکی میں پس رہے ہوں۔

جنوبی ایشیا جو کہ اپنی مخصوص تاریخ کی بناء پر عالمی سطح کی قیادت کو مختلف عقائد کی سمجھ کے حوالے سے آپس میں توازن اور ہم آہنگی پیدا کرنے کا شعور دے سکتا تھا ابھی تک 1947ء کے صدمے سے مکمل طور پر جانبر نہیں ہو سکا۔ اس لئے سب سے پہلا قدم یہی ہونا چاہیے کہ ان دنوں رونما ہونے والے المناک انسانی واقعات کا سامنا کیا جائے اور پھر زخموں کو مندمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ روئے زمین کے مستقبل کا دارومدار باہمی گفتگو وشنید اور ایک دوسرے کے نکتۂ نظر کو سمجھنے کی کوششیں جاری رکھنے پر ہے اور مجھے خوشی ہے کہ اس کتاب کو مرتب کرنے کے کام میں تریدیو لیش سنگھ نے پہل قدمی کا مظاہرہ کیا ہے۔

جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے، تو میں نے 1947ء میں ایک پناہ گزین کے طور پر

انڈیا سے فرار ہونے اور تشدد کی لہر سے بال بال بچ جانے والے انسان کی حیثیت سے اس کا ذاتی طور پر یہ تجربہ کیا ہے کہ نفرت اور غصہ کتنے تباہ کن ثابت ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب کی شکل میں کی جانے والی کوششیں جن کا مقصد ایسے عوامل کو سامنے لانا اور مثبت رنگ میں پیش کرنا ہے جو ہمارے درمیان اتفاق و یگانگت پیدا کریں بہت موزوں اور برمحل ہیں۔

چنانچہ یہ وہی جذبہ ہے جس کے تحت میں نے ''داراشکوہ کا مقدمہ'' (The Trial of Darashikoh) نامی ڈرامہ لکھا تھا جو امریکن یونیورسٹی میں سٹیج کیا گیا تھا۔ یہ ڈرامہ سترھویں صدی کے جنوبی ایشیاء کے پسِ منظر میں لکھا گیا ہے۔ یہ داراشکوہ جو کہ ایک مجذوب تھا، اور اس کے قدامت پسند بھائی اورنگزیب کے درمیان اقتدار کی کشمکش اور مغلیہ سلطنت کے مستقبل کے دور حکمرانی کی کہانی ہے۔ ڈرامہ بذات خود جنوبی ایشیاء اور دنیا کے دیگر حصوں میں مذاکرات وگفت شنید کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔ ڈرامے میں ہندو، مسلمانوں اور سکھوں نے بہت گرمجوشی سے اپنے کردار ادا کیے اور ان کا جذبہ سامعین کے دلوں کو متاثر کر رہا تھا۔

اگر ہمیں آج کی دنیا میں مختلف ثقافتوں اور مذاہب کے مابین بڑھتے ہوئے تفاوت پر قابو پانا ہے تو ہمیں ایسی مزید کوششیں کرنی پڑیں گی۔ چنانچہ یہ کتاب مذاکرات یا مکالمے کے روایت کو فروغ دینے اور تاریخ کے ایک فیصلہ کن دور کے بہت عرصے سے درکار تجزیئے کے حوالے سے بہت قابل قدر اثاثہ ثابت ہوگی اور میں تریدیویش سنگھ اور ان کے ساتھی مدیران یا مرتبین طاہر ملک اور علی فاروق ملک کی اس حوالے سے کی جانے والی کاوش کو ستائش کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

پروفیسر اکبر احمد
ابن خلدون چیئر آف اسلامک سٹڈیز
امریکن یونیورسٹی
واشنگٹن ڈی۔سی

تعارف

برصغیر کی پاکستان اور انڈیا دو حصوں میں چیر پھاڑ کر نتیجہ پنجاب اور بنگال کے صوبوں کی تقسیم کے ساتھ ہی ایک کروڑ ستر لاکھ انسانوں کی ہجرت یا نقل مکانی کی صورت میں برآمد ہوا۔ ایک طرف تو وہ ہندو اور سکھ تھے جو موجودہ پاکستان سے ہجرت کر کے انڈیا چلے گئے اور دوسری طرف انڈیا میں رہنے والے مسلمان ہجرت کر کے مغربی پاکستان (اب پاکستان) اور مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) چلے گئے۔ اگر صرف پنجاب کی حد تک ہی دیکھا جائے تو ہجرت کرنے والوں کی تعداد ایک کروڑ سے لے کر ایک کروڑ تیس لاکھ تک بنتی ہے۔ ہجرت کا یہ سارا عمل دو ماہ کے اندر ہی پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تھا۔ واقع ہونے والی کل اموات کی درست تعداد معلوم نہیں ہو سکی۔ 1) علاوہ ازیں اس عرصے کے دوران گمشدگی اور خواتین کے اغواء کے بہت سے واقعات بھی رونما ہوئے جن کو حقیقت میں ابھی تک کسی شمار میں ہی نہیں لایا گیا۔ بہت سی ایسی مثالیں بھی دیکھنے میں آئیں جن میں کئی خاندان بھی جدا ہو کر رہ گئے۔ 2) اگرچہ کبھی کبھی یہ خیال بھی ذہن پر مُسلط ہو جاتا ہے کہ 1947ء کی تقسیم ایک طرح سے یہودیوں کے ''عظیم قتل عام'' کی مانند ہے، مگر ان دونوں صورتوں میں ایک نمایاں فرق پایا جاتا ہے: 1947ء کی تقسیم ایک اجتماعی قتلِ عام تھا جس کی ذمہ داری کسی ایک سماجی طبقے پر نہیں ڈالی جاسکتی، نہ ہی کسی طبقے کو مکمل طور پر بری الذمہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

ایک بڑے پیمانے کی ہجرت، معصوم افراد کے قتل، خواتین کے اغواء اور عصمت دری سے بھی بڑھ کر جو چیز تقسیم کے حوالے سے ابھی تک سب سے اہم اور نمایاں خصوصیت کی حامل دکھائی

MashalBooks.org

دیتی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ ایک ایسا واقعہ ہے، اور جسے بعض لوگ ''تاریخی رزمیہ داستان'' بھی کہتے ہیں، جو کہ ہم اپنے ذہنوں سے کبھی محو نہیں کر سکتے اور جو مختلف لوگوں کے لئے مختلف حقائق کی عکاسی کرتا ہے: پاکستانیوں کے لئے ایک نیا وطن، اگرچہ اس کے لئے انہیں بے دخلی اور وطن سے ہجرت کے عمل سے گزرنا پڑا: خطہ پنجاب میں رہنے والے شمالی ہندوستانیوں کی وسیع تعداد کے لئے بھی اپنے وطن سے بیدخلی۔ اور آخری نکتہ یہ کہ انڈیا اور پاکستان کی موجودہ نسلوں کے لئے برصغیر کی تقسیم تاریخ کا ایک بہت اہم واقعہ ہے، اور اگر برصغیر کے سب سے اہم نہیں تو اہم ترین ادوار میں سے ایک ہے۔ 3) بعض لوگوں کو یہ بہت مایوس صورتحال لگتی ہے کیونکہ وہ اس دور سے غیر منقسم برصغیر کی داستانیں سنتے چلے آرہے ہیں جب سے ان کے باپ دادا موجودہ دور کے انڈیا سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے یا پھر اس کے برعکس صورتحال۔ دوسروں کے لئے یہ محض اس واقعے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا جس کا اخبارات، رسائل وجرائد، کتابوں اور ناولوں میں بار بار ذکر کیا گیا ہے یا پھر ڈراموں، فلموں اور دستاویزی فلموں میں اس کی منظر کشی کی جاتی رہتی ہے۔

برصغیر کی تقسیم کو دو زاویوں سے نمایاں کیا جا سکتا ہے، یا تو نفرت میں اضافے کیلئے یا پھر اس دور کے تشدد اور دیوانگی سے سبق سیکھنے کے لئے۔ چھ سے زیادہ عشروں کے دوران، اس وقت سے جب سے کہ انڈیا اور پاکستان آزاد ہوئے ہیں یعنی برصغیر کی تقسیم کے وقت سے لے کر اب تک قیمتی زندگیوں کے نقصانات، عصمت دری اور آتش زنی کے واقعات کے ساتھ ہی ان سب کے پس پردہ عقیدے اور قوم پرستی کے کردار پر خاطر خواہ تحقیق کی جا چکی ہے۔ اس تمام تر تحقیق سے ابھی تک کوئی ایسا نتیجہ / سبق اخذ نہیں کیا جا سکا جو کہ ہماری مثبت رہنمائی کر سکتا ہو۔ اس کی بجائے اس کے نتیجے میں پر دو ممالک کے درمیان نفرت اور زیادہ بڑھ چکی ہے۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ تقسیم ایک ایسا بادل ہے جس میں اُمید دلانے والی چاندی کی کرنیں بہت کم ہیں۔ جب ہم ''چاندی کی اُمید دلانے والی کرنیں'' کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ واقعات جن میں مذہب اور قوم پرستی پر انسانیت کا جذبہ غالب آ گیا تھا۔ ان میں معاشرے کے مختلف سماجی طبقات کی طرف سے بچاؤ یا نجات دہندگی کی ایسی مثالیں شامل ہیں جیسے لوگوں کو خطرے کی حالت میں لوگوں کو پناہ دینا یا خطرہ سر پر آنے سے قبل ہی ان کو انتباہ کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ اور جو لوگ اپنے فرائض کی ادائیگی میں مشغول تھے ان کے لئے اس کا مطلب تھا کہ ہجوم کو قابو میں رکھنا جو کہ امن

MashalBooks.org

عامہ کوخراب کرنے پر تُلا ہوا تھااور بچاؤ کی زیادہ اہم صورتوں میں سے دوصورتیں خواتین کی آبرو کا تحفظ اوراغواءشدہ خواتین کی بازیابی میں مدد کرنے کی مثالوں کی ہیں۔

یہ امر حیرت انگیز ہے کہ تقسیم کے ''مثبت پہلوؤں'' کے حوالے سے کوئی تحقیق نہیں کی گئی کیونکہ درحقیقت اسی طرح کے بے شمار واقعات مشاہدے میں آئے تھے۔ ایک ممتاز دانش ور اشیش نندی، جس نے کہ تقسیم کے حوالے سے تحقیق کے دوران تشدداور دوسرے بھیانک واقعات کی زد سے محفوظ رہنے والے افراد کا انٹرویو کیا، اسی یقین کا اظہار کرتا ہے کہ تقریباً 25فیصد مسلمانوں نے غیر مسلم لوگوں کو بچایا تھا اور اسی طرح اس کے برعکس دیکھنے میں آیا۔ 4) ان واقعات میں وہ مثالیں بھی شامل ہیں جن میں بہت سے افراد نے کئی طریقوں سے اپنے نام نہاد ''دشمن'' کو بچانے کے لئے خود اپنی زندگیاں بھی خطرے میں ڈال دیں، مثلاً پناہ دے کر، بھیس بدل کر یا پھر فرار کروانے میں صحیح طریقے سے رہنمائی کر کے۔

یہ کوئی تھوڑی تعداد نہیں ہے تاہم بعض وجوہات کی بناء پر تقسیم کے اس پہلو کو نظر انداز کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ 5) نندی ان کی بالکل درست طور پر نشاندہی کرتا ہے۔ 6)

> ''بہت سے افراد کو جو فسادات کی لپیٹ میں آنے سے بچ گئے تھے، ابھی بھی یاد ہے کہ ان تلخ ایام میں جبکہ مختلف طبقات کے مابین تعلقات اپنے نکتۂ عروج پر تھے، بہت سے افراد اور طبقات تشدد کی کاروائیوں کی مزاحمت کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کی ہمسائیگی میں رہنے والے بہت سے لوگ لالچ اور حرص کا شکار ہو گئے تھے مگر بہت سے دوسرے افراد ایسے بھی تھے جنہوں نے دوستوں اور حتیٰ کہ دوسرے سماجی طبقات سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی زندگیاں بچانے کے لئے خود اپنی، بلکہ اپنے خاندان والوں کی زندگیاں بھی خطرے میں ڈال دی تھیں۔ بعض تو اپنے تحفظ میں آئے ہوئے افراد کی زندگیاں بچانے کے لئے خود بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے''

یاسمین خان کے الفاظ دہراتے ہوئے نندی بالکل مناسب انداز میں بیان کرتا ہے:

> ''اس تاریک پسِ منظر کے ساتھ بہت سے لوگوں نے غیر معمولی

بہادری، جرأت اور انسانی جذبے پر مبنی افعال انجام دیئے۔ بعض افراد نے اپنے دوستوں، ہمسایوں، اور مختلف سماجی طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد کی زندگیاں، خود اپنی زندگیاں داؤ پر لگا کر بچائیں۔ بہت سے لوگوں نے ہمسایوں کو ممکنہ خطرات سے آگاہ کیا، بے شمار لوگوں کو اپنے ہاں پناہ دی، دور دراز مقامات پر پھنسے ہوئے لوگوں کو خوراک فراہم کی اور بہت سے افراد کو خطرات سے دور رکھنے کے لئے رات کے گھپ اندھیرے میں سواری فراہم کی یا ان کو بھیس بدلنے میں مدد دی یا پھر مسلح تحفظ فراہم کیا۔'' (7)

یہاں اس حقیقت کا اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ وقتاً فوقتاً بہت سے لکھاری حضرات، مثلاً خوشونت سنگھ، بلراج ساہنی، کرتار سنگھ دوگل، منٹو اور دیگر نے برصغیر کی تقسیم کے دوران پیش آنے والے بعض مُثبت واقعات اور ان کے المناک نتائج کو ایک ''غیر سیاسی''، ''غیر تاریخی'' اور خالص انسانی تناظر میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم ناگزیر طور پر ایک ظالمانہ منفی پہلو کی بناء پر مثبت پہلو دب کر رہ گیا ہے اور یوں مثبت زاویوں کے حوالے سے ایک سطحی رویے کا اظہار کیا گیا ہے۔

چنانچہ نتیجے کے طور پر بہت سے لوگوں نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اس طرح کے واقعات معمول سے ہٹ کر تھے۔

وسیع لفظوں میں، یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ تقسیم کے منفی اور تاریک پہلوؤں بشمول بڑے پیمانے پر ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کے قتل عام اور بہت سے دیگر المناک واقعات، مثلاً خواتین کی عصمت دری، گمشدگی، اور لوٹ مار وغیرہ کو ریڈکلف لائن کے دونوں اطراف مسلمانوں اور غیر مسلموں کی آنے والی نسلوں کے درمیان نفرت کو فروغ دینے اور انڈیا اور پاکستان کے درمیان ایک مسلسل دُشمنی/ مخاصمت قائم رکھنے کے لئے استعمال کیا گیا۔

اس کے باوجود، بعض ایسے مُثبت تجربات کو سرے سے ہی نظرانداز کر دینا جیسے کہ بہت سے مسلمانوں کی طرف سے اپنے غیر مُسلم ہم وطنوں کو سرحد کے اُس پار پہنچانے میں مدد کرنا اور اس طرح دوسری طرف سے تعاون کی مثالیں جو کہ تقسیم کے عمل کے دوران نایاب قسم کی مثالیں تھیں، ایک قسم کی دانش ورانہ بددیانتی ہے۔(8)

MashalBooks.org

ڈاکٹر مبارک علی کی رائے میں:(9)

''فرقہ ورانہ فسادات ایک طرف تو انسانوں کی بربریت کو ظاہر کر رہے تھے دوسری طرف ان فسادات کے دوران ایسے انسانوں کی مثالیں بھی دیکھنے میں آئیں جنہوں نے اپنے حواس بحال رکھے اور ایک ایسے ماحول میں بھی معصوم لوگوں کی زندگیاں بچائیں جس میں بربریت کو بہادری کے مساوی گردانا جا رہا تھا۔ لہٰذا دونوں پہلوؤں کو مدِنظر رکھتے ہوئے تاریخ کو ایک وسیع تر تناظر میں لکھنا اور زیرِ نظر لانا چاہیے۔''

اس کتاب کا بنیادی ہدف یہ ہے کہ سرحد کے دونوں اطراف مثبت تجربات کے حوالے سے کئے گئے مکالموں کی ایک فہرست تیار کی جائے جس میں شمالی ہندوستان یعنی دونوں پنجاب، مشرقی پنجاب (بھارت)، مغربی پنجاب (پاکستان) ریاست ہریانہ کے بعض شہروں (جو اس وقت پنجاب کا حصہ تھے) اور دہلی جیسے شہر کی تقسیم پر جہاں سے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد ہجرت کر گئی تھی اور جہاں مغربی پنجاب سے بہت سے افراد آ کر آباد ہو گئے تھے، توجہ مرکوز کی جائے۔ جب ہم کسی مثبت تجربے کی بات کرتے ہیں تو یہ محض تقسیم کے ساتھ شروع ہو جانے والی نقل مکانی کے دوران کسی نیک کام یا کسی کو بچانے کی کوشش بھی آ جاتی ہیں جن کا مقصد ان افراد اور خاندانوں کی طرف سے برصغیر میں امن کے لئے مُثبت کردار ادا کرنا تھا جو تقسیم کے عمل کے دوران ہونے والے ہولناک فسادات کا بچشمِ خود مشاہدہ کرنے کے باوجود بہتر تعلقات کے حامی تھے۔ اگرچہ انٹرویو کئے جانے والے بعض لوگوں کا تعلق امن کی تنظیموں سے ہے، تاہم باقی لوگ وہ ہیں جو اپنے ترک شدہ یعنی پرانے گھروں کے دورے پر آتے رہتے ہیں۔ اگر ان کا کوئی گھر نہیں تھا تو وہ اپنے پرانے ''دیس'' کی سیر کو ہی آنے کی راہ نکال لیتے تھے۔

ہم یہاں اس امر کو بالکل واضح کر دینا پسند کریں گے کہ جب ہم تقسیم کے مُثبت پہلوؤں کی بات کرتے ہیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ تقسیم کے واقعے کو بھول جانا چاہیے یا یہ کہ اس کے ساتھ منسلک صدمے کی اہمیت کم کر دی جانی چاہیے۔ تاہم ایک مرگِ انبوہ کے بیچ میں کچھ مُثبت مناظر بھی دیکھنے کو ملے تھے۔ اُمید ہے کہ انتہا پسند خیالات رکھنے والی موجودہ نسل ان مُثبت تجربات سے کچھ نہ کچھ سبق ضرور سیکھ سکتی ہے۔

ہم یہاں اس امر کو بھی واضح کر دینا چاہیں گے کہ اگر چہ کتاب کا مقصد پاکستان اور انڈیا کے درمیان امن کو مستحکم کرتا ہے مگر ہماری اس عاجزانہ کوشش کو کسی حساب سے بھی پُرانے دنوں کی حسرتناک یادوں سے تعبیر نہ کیا جائے جو کہ موجودہ سرحدوں کے جواز کو تسلیم کرنے سے انکاری ہوں۔ برصغیر میں بداعتمادی کی جڑیں اتنی گہری ہوچکی ہیں کہ دونوں ممالک کے درمیان افہام و تفہیم کی فضاء قائم کرنے کی کسی بھی کوشش کو ریاستوں کے دوبارہ الحاق یا سرحدوں کو تبدیل کرنے کے عزائم کے مترادف گردانا جاتا ہے۔(10) ہم سب اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں انڈیا کی تقسیم کا مطلب یہ بھی تھا کہ پاکستان کے نام سے ایک آزاد مملکت کا قیام عمل میں لایا جائے۔

ہم سب اس امر کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ انڈیا اور پاکستان عمومی طور پر اور دونوں پنجاب خاص طور پر دو ایسے بھائیوں کی طرح ہیں جنہوں نے اپنے علیحدہ علیحدہ گھر بنالئے ہیں۔ حتیٰ کہ جب بھائیوں کے درمیان جائیداد کی تقسیم بھی ہو جاتی ہے تو ان کے درمیان پھر بھی تعلقات قائم رہتے ہیں۔ ان کے درمیان تنازعات موجود بھی ہوں تو وہ پھر بھی میل ملاپ جاری رکھتے ہیں جب تک کہ تمام تنازعات حل نہ ہو جائیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہم اعتزاز احسن صاحب کے اس معقول اور سچائی کے حامل نکتہ نظر سے مکمل اتفاق کرتے ہیں جس کا اظہار اُنہوں نے انڈس ساگا (Indus Saga) میں پاکستان اور انڈیا کے درمیان تفریقات اور مُشترکہ خصوصیات کے حوالے سے بڑے واضح طور پر ان الفاظ میں کہا تھا:(11)

> ''ہوسکتا ہے کہ انڈیا کے لوگ تفریقات سے انکار کرتے رہیں اور پاکستانی مُشترک خصوصیات یا مماثلتوں کو مسترد کرتے رہیں، تاہم تفریق اور مماثلت دونوں ہی حقیقت کی عکاسی کرتے ہیں۔ سمجھنے یا غور کرنے کا نکتہ یہ ہے کہ انڈیا۔ پاکستان کی تقسیم ان تفریقوں یا مماثلتوں کا دونوں طرف احاطہ کرتی ہے اور ہمیں ان دونوں کو خوشی خوشی تسلیم کر لینا چاہیے۔''

اس کتاب کی اشاعت کے پس پردہ بنیادی محرک کے طور پر یہ حقیقت کارفرما تھی کہ اس تکلیف دہ دور میں خونی فسادات کی زد سے محفوظ رہ جانے والے افراد کے لئے تقسیم ابھی تک تنازعے کے بنیادی سبب کی حیثیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ تقسیم کو ایک ایسے

MashalBooks.org